(۱۳)
گذشتہ سے پیوستہ

تاریخِ طبری کے مآخذ

نوشتہ:- ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ:- جناب نثار احمد فاروقی، دہلی کالج دہلی

عیون الاخبار: ابن قتیبہ ابو عبداللہ محمد بن مسلم الدینوری (متوفی ۲۷۰ھ یا ۲۷۱ھ یا ۲۷۶ھ)[۱] نے بھی ابن المقفع کے ترجمے کا حوالہ دیا ہے اور اپنی عیون الاخبار[۲] میں کئی جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ الطبری نے ابن المقفع کے ترجمے سے کیا لیا ہے یہ طے کرنے کے بعد تاریخ ایران کے بارے میں عیون الاخبار کے اور الطبری کے اقتباسات کا مقابلہ ممکن ہو سکتا ہے۔ ان حصوں کا تقابلی مطالعہ کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ الطبری نہ صرف ترجمہ ابن المقفع سے باخبر ہے اور اس سے اپنی تاریخ میں نقل و اقتباس کرتا ہے[۳] بلکہ میرا خیال ہے کہ الطبری کے بعض مبہم جملوں میں ابن المقفع ہی اس کی مراد ہے۔ مثلاً جب وہ کہتا ہے: وقالَ غیرُ ھشامٍ مِنْ

---

[۱] الفہرست/۷۷، السمعانی: انساب ورق ۳۴۴-الف یاقوت: ارشاد ۱/۱۶۰ تاریخ بغداد: ۱۰/۱۷۰ الیافعی: مرآۃ ۲/۱۹۱- العماد: شذرات الذہب ۲/۱۶۹ السیوطی، بغیۃ الوعاۃ ۲۹۱/ [۲] عیون الاخبار (طبع دار الکتب المصریہ، قاہرہ ۱۹۲۵ء) اس کے چار حصے ۱۸۹۸ء - ۱۹۰۸ء کے درمیان یورپ میں طبع ہوئے تھے [۳] ملاحظہ ہو: فیروز بن یزدگرد بن بہرام اور شہر بلخ کی جنگ اور اخشنوار بادشاہ سے اس کی لڑائیوں کا حال (عیون الاخبار ۱/۱۱۷) ان کا مقابلہ الطبری کے بیان سے کیجئے (الطبری ۲/۸۳)

أهْلِ الاخْبارِ[۱] ... کیونکہ اس کے بعد آنے والی عبارت تقریباً وہی ہے جو عیون الاخبار میں بھی ملتی ہے اور ابن قتیبہ نے یہ ابن المقفع کی کتاب سیر العجم سے نقل کی ہے اور بظاہر الطبری کے ان الفاظ کی مراد " ولذلک قصص لذکرھم فی کتاب سیر الملوک[۲] " اس کی ضمیر کتاب کے مترجم ابن المقفع کی طرف راجع ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں ترجمہ خدینامہ سے استفادہ کیا ہے اور اس کی صراحت بھی بعض مواقع پر کر دی ہے۔ مثلاً " وَوَجَدْتُ فی کتب سیر العجم " یا " وَقرأتُ فی کتب سیر ملوک العجم ...[۳] "

نہایۃ الأرب | ابن المقفع کے تراجم کے اقتباسات ایک اور کتاب میں بھی ملتے ہیں جو ابھی تک نہیں چھپی ہے اور مخطوطات کی فہرست میں اس کا نام نہایۃ الارب فی اخبار الفرس والعرب بتایا گیا ہے۔ اس کا ایک مکمل قلمی نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں[۴] موجود ہے اور کچھ حصے شہر گوتھا (جرمنی) کی لائبریری[۵] میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ایران و عرب کی تاریخ ہے۔ اس کے آخر میں یہ ترقیمہ ملتا ہے:

---

[۱] الطبری ۸۳/۲ [۲] الطبری ۱۲/۲ [۳] المعارف ۲۶/، ۲۸۵

[۴] BROCKELMANN: SUPPL. I, P. 164, CATALOGUS CODD, MSS. QUI IN MUSEO BRITANNICO ASSERVANTUR. PARS II, CODD ARAB AMPLECKENS, 3 VOLS. LONDON 1846, 1879, NR 904, 1273.

[۵] BROCKELMANN: SUPPL. I. S 164, PERTSCH, W. DIE ARABISCHEN HDSS DER HERZOGLICHEN BIBLIOTHEK ZU GOTHA BD. I - GOTHA 1877-1892 NR. 39-4

"انقضیٰ ملکُ العجم والحمدُ للہِ وحدہٗ، تمّ کتابُ النہایۃِ وھو سیرُ الملوکِ علیٰ یدِ الفقیرِ الحقیرِ المعترفِ بالذنبِ والتقصیرِ الراجی عفوَ ربہٖ ذوالفضلِ والوفا علی بنُ الحاج مصطفیٰ الشہیرُ بالمقدسی غفراللہ لہٗ ولوالدیہِ ولمن نظرفیہِ ودعا لہٗ بالمغفرۃِ وللمسلمین وکان الفراغ من نسخۃِ نہار الثلاثا المبارک فی عشرینَ نہارٍ خلتُ من شہرِ جمادی الاولیٰ من شہورِ سنۃ ثلاثٍ واربعینَ والفٍ من الھجرۃِ النبویۃِ...."[1]

اور کتاب کے آغاز کی یہ عبارت ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہٖ نستعین۔ الحمد للہِ ربِّ العالمین ولاحولَ ولاقوۃَ الّا باللہِ العلیِّ العظیم ولا الٰہ الّا اللہُ احسنُ الخالقینَ، وصلّی اللہُ علیٰ سیدِنا محمدٍ خاتمِ النبیینَ۔ الاصمعی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: جب خلیفہ ہارون الرشید تفریح کے موڈ میں ہوتے، تو مجھے بلا بھیجتے تھے۔ میں انہیں پچھلی امتوں کا حال اور گذشتہ عہد کی حکایتیں سنایا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں قصے سنا رہا تھا، تو کہنے لگے: اے اصمعی! یہ بادشاہ اور ان کے صاحبزادے کیا ہوئے؟ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! اپنی راہ چلے گئے۔ یہ سن کر خلیفہ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور کہا: "اے بادشاہوں کے فنا کرنے والے، اس دن میرے حال پر رحم کیجیو جب تو مجھے ان سے ملائے۔ پھر صالح کو پکارا جو خلیفہ کے مصلے کے خدمت گار تھے، اور کہا: بیت الحکمۃ کے انچارج (لائبریرین) کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ سیر الملوک پر کتاب نکال دے، اور لا کر مجھے دو۔ چنانچہ اس نے وہ کتاب نکلوائی۔ اصمعی نے کہا: خلیفہ نے مجھے پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ میں نے اس رات میں چھ جز پڑھ کر

---

[1] ورق نمبر ۲۶۷ مخطوطات برٹش میوزیم۔

سنائے ....[1]"

پھر خلیفہ نے اسے ابوالبختری کے پاس جانے کا حکم دیا[2] تاکہ آدم اور سام بن نوح کے درمیانی عہد کی تاریخ لکھنے میں ان سے مدد لی جائے کیوں کہ یہ حصہ "سیر الملوک" سے غائب تھا اور وہ سام بن نوح سے شروع ہوتی تھی چنانچہ وہ گئے اور ابوالبختری کو خلیفہ کا حکم سنایا۔ پھر دونوں نے کتاب المبدأ کے ر اس سے یہ باب ترتیب دے کر دس صفحوں میں لکھا جو سیر الملوک کے آغاز میں اضافہ کر دیئے گئے۔ یہ اوراق اس عبارت سے شروع ہوتے تھے: قَالَ: اَبُو الْبَخْتَرِی الْفَقِیهُ حَدَّثَنِی عطاء عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اور گیارہویں ورق پر ان الفاظ کے ساتھ یہ باب ختم ہوتا تھا: "تَمَّ الْجُزْءُ الْمُلْحَقُ بِسِیَرِ الْمُلُوکِ مُبْتَدَأُ کِتَابِ السِّیَرِ وَاَخْبَارِ الْمُلُوکِ[3] اس کے بعد یہ جملہ تھا: "قَالَ عَامِرُ الشَّعْبِیُّ: سُبْحَانَ الْمَلِکِ الَّذِی لَا یَفْنٰی وَلَا انْفِصَالَ لَهُ، وَالسُّلْطَانِ الْبَاقِی الَّذِی لَا زَوَالَ لَهُ ....[4]"

اس کے بعد تھا: "یہ پچھلے بادشاہوں اور گذری ہوئی امتوں کے قصے ہیں.... اس کتاب کی تالیف وتصنیف اور ترتیب وتکمیل مستند اور ثقہ علماء سے سماعت کر کے عامر الشعبی اور ایوب بن القریہ نے کی۔ یہ دونوں عرب کے ان حکماء میں سے تھے جنھوں نے پچھلی امتوں کے حالات کی چھان بین کی اور عہد ماضی کی تاریخ سے واقفیت پیدا

۱۔ مخطوطہ برٹش میوزیم۔ ورق اول۔ (اسکا عکس المجمع العلمی العراقی میں محفوظ ہے)
۲۔ مخطوطہ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ شائد ابوالبختری مراد ہے جو قاضی اور فقیہ تھا بظاہر کاتب سے "خ" کا نقطہ رہ گیا اور یہ "ح" پڑھلی گئی۔ آئندہ اس کے نام پر بحث ہوگی۔
۳۔ ابوالبحتری، اصل میں یوں ہی لکھا ہے۔ صحیح خاے معجمہ سے ابوالبختری ہے۔ دیکھئے مخطوطہ ورق ایک سطر ۲ ۴۔ ورق ۱۱ سطر ۱۷ ۵۔ ایضاً سطر ۱۸

کی۔ اس میں عبداللہ بن مقفع نے ان دونوں کی مدد کی جو عجم کے علماء میں سے تھا۔ جو سیر ملوک کے علاوہ مجیوں کے علوم و معارف، حکمت و اخلاق اور امور سیاسی میں درک رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو عبدالملک بن مروان نے ۵۷ھ میں اس تالیف کے لئے جمع کیا۔ عامرالشعبی اور ایوب بن القریہ نے کہا: ہم سے عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم کی سند پر بیان کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان کے بعد یہ چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنے بندے اور پیغمبر حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کی صلب سے پیدا کرے ....“ لہ

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ آیا ہے: ”الشعبی اور ابن القریہ نے کہا: ہم سے حمیر کے عالموں نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے یہ بات بادشاہوں کی ان کتابوں میں دیکھی جو ایک سے دوسرے کو ورثے میں پہنچی تھیں .. ۲ے اور بعض جگہ یوں ہے: ”ایوب بن القریہ نے کہا ..“ ۳ے اور اکثر جگہوں پر تنہا عامر الشعبی کی روایت ہے ۴ے ان دونوں کے قصوں میں یا ایک کی روایت کے دوران میں ان لوگوں کے نام بھی وارد ہو جاتے ہیں جنھوں نے ان قصوں کی روایت کی تھی۔ مثلاً کعب الاحبار، عبداللہ بن سلام، دغفل النسابہ الشیبانی، ابن الکیس النمری اور عبید بن شریہ وغیرہ اصحاب اخبار و قصاص کے حوالے ملتے ہیں۔ الشعبی نے اپنی طرف منسوب بیشتر روایتوں میں اپنے راوی کا نام نہیں لیا ہے خصوصاً ان روایات میں جو عمان حضرموت یا یمن سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا خزانوں اور آثار کے سلسلہ میں جن کھدائیوں کا اسے علم ہوا ہے ۵ے

لہ مخطوطہ برٹش میوزیم ورق ۱۲ ۲ے ایضاً ورق ۱۴ ۳ے ایضاً ورق ۲۱ ۴ے ایضاً ورق ۲۴

۵ے الشعبی نے کہا: ”مجھے عمان کے ایک شخص نے بتایا ..“ ورق ۵۸ ”الشعبی نے کہا، مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جو کھدائی میں موجود تھا ..“ ورق ۹۹، ”الشعبی نے کہا: مجھ سے ایک بدو نے بیان کیا ...“ ورق ۱۲۷

البتہ تاریخ ایران کے معاملے میں اس کتاب میں اس کا ساتھی عبداللہ بن المقفع ہے۔ ان مقامات کو چھوڑ کر جہاں اس کا تعلق تاریخ عرب سے ہوگیا ہے، ایسے مواقع پر اس کتاب میں الشعبی اور دوسرے مورخوں[1] سے اخذ کیا گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ابن المقفع کی طرف ... جو کچھ منسوب ہوا ہے وہ کتاب سیر الملوک سے لیا ہے۔ بہرحال اس کتاب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب کے نزدیک کتاب کا مولف ابو سعید عبدالملک بن قریب الاصمعی (متوفی مابین ۲۱۳ھ و ۲۱۷ھ)[2] ہے جس نے خلیفہ ہارون الرشید کے لئے اسے لکھا اور اس کا ماخذ کتاب المبتداء کے علاوہ سیر الملوک پر ایک اور کتاب بھی تھی جو بیت الحکمت لائبریری میں محفوظ تھی، جو اصلاً خلیفہ عبدالملک بن مروان کے لئے تیار کی گئی تھی اور اسے تین اشخاص نے مل کر لکھا تھا جن کے نام عامر الشعبی، ابن القریہ اور عبداللہ بن المقفع ہیں۔ اور اس کتاب کا ابتدائی جزو مشہور فقیہہ ابوالبختری نے لکھ کر کتاب کے ساتھ شامل کیا۔ اس طرح یہ تالیف آدم سے شروع ہو کر بعثت نبوی تک کے واقعات پر حاوی ہوگئی۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب انبیاء کے حالات اور ایران و عرب کی تاریخ پر مشتمل ہے لیکن اس کا الاصمعی کی تالیف ہونا، اور الاصمعی سے قبل تین علماء کا اسے مدوّن کرنا محلّ نظر ہے۔ اور ایسا معاملہ ہے جو غور و فکر کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسکے سلسلہ روایت کا انتہا تک شمار کر لینا ہمارے لئے آسان نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے کاتب علی بن الحاج مصطفی المقدسی نے یا ان لوگوں نے کیا ہے جنھوں نے اس پر تعلیق لکھی، یا جن حضرات کی ملکیت میں یہ کتاب پہنچتی رہی ہے۔

الاصمعی | الاصمعی لغت، نحو، اخبار اور نوادر کے کبار علماء میں شمار ہوتا ہے۔ فن لغت

---

[1] ورق ۱۰۵ [2] بروکلمان ضمیمہ ۱/۱۶۴ الوفیات ۱/۳۶۴

ں اس کی متعدد کتابیں ہیں جن کا ذکر ابن الندیم نے کیا ہے[۱] مگر اس کتاب کا نام نہیں لیا۔ اسی طرح ابن خلکان اس کی تصانیف گنا تا ہے اور اس میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے[۲]۔

الاصمعی بصرہ کا باشندہ تھا۔ یہ دار الخلافہ بغداد پہنچا اور خلیفہ ہارون الرشید کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔ خلیفہ اس سے سوالات کیا کرتا تھا اور اس کے علم سے فائدہ اٹھاتا، اور اس سے حسن سلوک کرتا تھا۔ اسی طرح خلیفہ کے بیٹے المامون سے بھی الاصمعی کے تعلقات تھے یہ اپنے عہد کے دوسرے بڑے عالم اور لغوی و اخباری ابو عبیدہ معمر بن المثنی (متوفی مابین ۲۰۸ھ و ۲۱۳ھ[۳]) کا ہم عصر اور حریف تھا، جو اسی کے طبقے میں شمار ہوتا ہے۔ یہ وہی شخصیت ہے جس سے الطبری نے اپنی تاریخ میں اخبار نقل کئے ہیں، ان میں معرکہ ذی قار کی خبر بھی ہے[۴]۔ الاصمعی کا نام تاریخ طبری میں گیارہ جگہوں پر آیا ہے[۵] اور ابو عبیدہ کا حوالہ پچاس سے زیادہ مقامات پر ملتا ہے[۶]۔

ابوالبختری | رہا ابوالبختری، اس کا نام وہب بن وہب، قاضی ابوالبختری القرشی المدنی ہے۔ یہ ۲۰۰ھ میں بہ عہد خلافت مامون بغداد میں فوت ہوا[۷]۔ اس نے جعفر صادق اور ہشام بن عروۃ الزبیر، عبید اللہ بن عمر العمری وغیرہ سے روایت کی ہے اور اس سے روایت کرنے والوں میں المسیب بن واضح، الربیع بن ثعلب، احمد بن سہل الصاغانی ابو القاسم بن سعید بن المسیب وغیرہ ہیں۔ یہ خلیفہ ہارون الرشید کے

---

[۱] الفہرست ص ۸۲ [۲] الوفیات ۱/۳۶۴-۳۶۵ [۳] بروکلمان ضمیمہ ۱/۱۶۲
[۴] الطبری ۲/۱۴۶ [۵] فہرست الطبری (ذی خوے) ص ۴۵ [۶] ایضاً ۱/۳۷
[۷] الوفیات ۲/۲۴۰

زمانے میں مدینہ سے بغداد پہنچا اور یہ رہی بغداد میں عسکر المہدی کے عہدۂ قضا پر فائز ہوا۔ یہ فقیہ، اخباری اور نسب کا راوی تھا۔ مگر حدیث میں ضعیف ہے اور بعض نے اس سے اخذ کرنے کی ممانعت کی ہے[1] ابن خلکان اس کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کرتا ہے: کتاب الروایات، کتاب طسم وجدیس، کتاب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب فضائل الانصار کتاب فضائل الکبیر، کتاب نسب ولد اسماعیل علیہ السلام۔ کچھ احادیث و قصص بھی شامل ہیں[2] اس طرح البختری صاحب تصانیف ہے اور اخباریوں اور نسابوں میں اس کا شمار ہے۔

عامر الشعبی | عامر الشعبی کا نام ابو عمرو عامر بن شراحیل (متوفی مابین ۱۰۳ھ و ۱۰۵ھ) ہے یہ فی الاصل حمیر سے متعلق تھے مگر ہمدانی اور پھر کوفی کہلائے تابعی بھی ہیں۔ یہ المختار سے برگشتہ ہو کر کئی ماہ تک مدینے میں رہے وہاں ابن عمر سے سماعت کی اور الحارث الاعور سے علم الحساب سیکھا۔ جماجم کی لڑائی میں ابن الاشعث کے ساتھ موجود تھے، اور حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے کسی طرح بچ نکلے بعد میں انہیں معاف کر دیا گیا[3] یہ فقیہ اور محدث بھی تھے، مغازی کی روائت کرتے تھے[4] ان کا نام تاریخ طبری میں متعدد جگہوں پر آیا ہے[5] مثلاً اسرائیلیات میں یا تبع بادشاہوں کی حکایات اور یمن کے اخبار ہیں — ان کا مرجع وہ اہل کتاب ہیں جو اسلام لے آئے تھے اور جنہیں اخبار اوائل سے دلچسپی تھی۔ مثلاً عبید

---

[1] لسان المیزان ۶/۲۳۱ و بعید" ابو البختری بہ فتح اول سکون دوم فتح سوم — یہ بختر سے ماخوذ ہے جس کے معنی وہ ہیں جو عربی میں خیلاء کے ہیں (ناز نخروں والی) اکثر لوگ اس کی تصحیف کر کے البجتری پڑھتے ہیں" الوفیات ۲/۲۴۱

[2] الوفیات ۲/۲۴۰ [3] تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۴۔ الوفیات ۱/۳۰۱ [4] تہذیب التہذیب ۵/۶۷ [5] فہرست الطبری/۲۷۱

بن شریہ الجہمی — یا اعراب کی وہ جماعت جو دعویٰ کرتی تھی کہ اس نے ایک عجیب و غریب قدیم تہذیب کے مٹے ہوئے آثار کا معائنہ کیا ہے۔ اس باب میں ان لوگوں سے جو روایت ہوا ہے اسکے نمونے تاریخ طبری میں بھی ملتے ہیں اور زیر بحث کتاب میں بھی۔ بظاہر وہ ان اخبار کی کھوج سے رغبت رکھتے تھے۔

الشعبی نے اس کی کتابت قتیبہ بن مسلم الباہلی کو سپرد کی جو کوفے کے کبار مفسرین میں تھے۔ مگر ان کے ترجمہ نگاروں نے تفسیر میں یا کسی اور موضوع پر ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ مگر ان کی تفسیر قرآن کے نمونے ہمیں تفسیر طبری میں اور اس کی تاریخ میں نیز دوسری تفاسیر میں مل جاتے ہیں۔ تفسیر میں الشعبی کی روایتیں الطبری نے جن مشائخ سے حاصل کیں ان میں: احمد بن محمد بن حبیب عن ابی نصر عن المسعودی عن ابی خالد "من رواۃ الشعبی[1]" اور "ابن بشار عن سلم بن قتیبہ عن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی عن الشعبی[2]" اور "ابو کریب عن ابن یمان عن اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی (متوفی ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ)[3] عن جابر عن الشعبی[4]" کے سلسلہ اسناد ملتے ہیں۔ ان میں علی بن مجاہد[5] وغیرہ کے نام بھی آتے ہیں۔ علی بن مجاہد تاریخ سے شغف رکھتے تھے۔ المسعودی کا بیان ہے کہ "علی بن مجاہد صاحب کتاب ہے اور راویوں کے اخبار کے لئے معروف ہے[6]"

ابن القریہ رہا ابن القریہ، اس کا نام ابو سلیمان ایوب بن زید بن قیس بن زرارہ الہلالی ہے یہ ایک اعرابی (بدو) تھا۔ نہایت ذہین، فصیح اور قبائل کے اخبار و انساب کا عالم۔ حجاج اور خلیفہ عبد الملک بن مروان سے متوسل رہا۔ پھر ابن الاشعث کی بغاوت میں شریک ہوگیا۔

---

[1] الطبری (طبع لیدن) ۱/۱۳۰ [2] الطبری ۱/۲۹۶-۳۱۶ [3] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۹ [4] الطبری ۱/۲۹۷ [5] الطبری ۱/۲۰۰
[6] مروج الذہب ۱/۵

چنانچہ گرفتار ہو کر ۹۶ھ میں قتل کر دیا گیا۔[1] بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ابن القریہ بالکل فرضی شخصیت ہے اور وجود خارجی سے محروم ہے۔ یہ نام اصحاب قصص و اخبار نے گھڑ لیا ہے۔

ابو الفرج الاصفہانی کہتا ہے:

"کہا جاتا ہے کہ تین لوگوں کے اخبار بہت مشہور ہوئے اور ان کے نام نکل گئے مگر نہ ان کی کوئی اصلیت ہے نہ دنیا میں کہیں وجود تھا۔ اور وہ ہیں مجنون لیلیٰ۔ ابن القریہ اور ابن ابی العقب جس کی طرف ملاحم منسوب کئے جاتے ہیں اور اس کا نام یحییٰ بن عبداللہ بن ابی العقب ہے"[2]

ابن القریہ کا الشعبی کے ساتھ اجتماع تو ممکن ہے، لیکن عبداللہ بن المقفع سے ملنا اور تالیف کتاب میں اس سے مدد لینا عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ابن المقفع ۱۳۹ھ یا ۱۴۲ھ میں قتل کیا گیا ہے[3] جب کہ اس کی عمر چالیس سے زیادہ نہ تھی۔ مزید یہ کہ خلیفہ عبدالملک کا الشعبی اور ابن القریہ کو تالیف کتاب کے لئے ۵۰ھ میں یک جا کر دینا محالات میں سے ہے۔ جیسا کہ کتاب نہایۃ الارب میں آیا ہے کہ "اس کتاب کی جمع و تالیف اور ترتیب و تکمیل ثقات، علماء سے سن کر جن لوگوں نے کی ان کے نام عامر الشعبی، اور ایوب بن القریہ ہیں یہ دونوں حکمائے عرب میں سے تھے، پچھلی امتوں کے حال کی تحقیق کرتے تھے اور ماضی کی تاریخ سے باخبر تھے ..... اس کام میں عبداللہ بن المقفع نے ان دونوں کی مدد کی... اور عبدالملک بن مروان نے ۵۰ھ میں ان لوگوں کو یک جا جمع کیا تھا۔"[4]

---

[1] تاریخ طبری، (طبع ثانی) ۱۱۲۷/ - ۱۱۲۹ - وفیات الاعیان / ۱۰۲

[2] الاغانی (طبع مصر) / فہرست الاسماء

[3] زیدان: آداب اللغۃ العربیہ ۲/ ۱۳۱ — ENCY. II P. 404

[4] ابن الاثیر: الکامل ۴/ ۲۰۵

اسی لئے میں نے اوپر بیان کیا کہ وہ (ابن القریہ) ۸۴ھ میں قتل کیا گیا تھا یعنی سنہ مذکورہ سے ایک سال قبل۔

ہاں یہ کتاب چند کتابوں کا مجموعہ ہو سکتی ہے جن میں الاصمعی کی تالیفات بھی شامل رہی ہوں۔ اور کتاب[1] المبتدأ یعنی آفرینش کا بیان اور اس کے بعد رسل وانبیاء کی تاریخ۔ جو شائد کتاب المبتدأ یا المبدأ[2] یا کتاب المبتدأ والسیرۃ[3] یا مبتدأ الخلق[4] ہو جسے عبدالمنعم بن ادریس بن سنان ابن ابنتہ وہب بن منبہ کی روایت سے وہب بن منبہ کے نام منسوب کیا جاتا ہے[5]۔ یا اسی موضوع پر کوئی اور کتاب ہوگی۔ اور عبید بن شریہ سے منسوب کتابوں میں سے بھی ایک آدھ رہی ہوگی یا الشعبی کی روایت کردہ کتاب یا ابن القریہ کے قصص ہوں گے۔ ان میں ہی ابن المقفع سے بھی کچھ اخذ کرکے شامل کرلیا گیا اور ان سب کے مجموعے سے یہ کتاب تیار ہوگئی۔ مجھے الاصمعی کی تصانیف کی مدد سے اس کتاب کا تالیف کیا جانا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ اس میں جس طرح کی غلطیوں کا ذکر میں نے کیا ان کا صدور الاصمعی جیسے عالم سے بعید ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے کسی اور شخص نے فراہم کیا ہے۔ اس کا مقدمہ الاصمعی کی زبان سے روایت کیا ہوا ہوسکتا ہے یا اس کی کسی کتاب سے لے لیا گیا ہے پھر دوسری کتابوں کے اقتباسات کے ساتھ جوڑ کر اسے یہ شکل دے دی گئی جو ہم اس مخطوطے میں پاتے ہیں۔

---

[1] الفہرست / ۱۳۸ [2] ENCY. II / 1084 — [3] ایضاً

[4] ابن قتیبہ؛ المعارف / ۴ [5] متوفی ۲۸۲ھ — الفہرست / ۱۳۸